OPEN ACCESS

Kashf Journal of Multidisciplinary Research
Vol: 02 - Issue 05 (2025)
P-ISSN: 3007-1992 E-ISSN: 3007-200X
https://kjmr.com.pk

ڈاکٹرزاہد منیر عامر کے سفر ناموں کا اسلوبی مطالعہ

Maryam Batool *

Research Scholar Ph.D. Urdu
Muslim Youth University, Islamabad.

Corresponding author: Maryam Batool(maryamnisar6@gamil.com)

Article Info

This article is an open access article distributed under the terms and conditions of the Creative Commons Attribution (CC BY) license https://creativecommons.org/licenses/by/4.0

Abstract

Zahid Munir Amir is recognized for his travelogue writing. He showed his excel in different genres of literature but travelogue is marked above all. He has published six travelogues. “Sham ki Subh, Lubnan ki Sham” is the first one consisted upon letters. Second one named “Jazeery ka Khwab” is about Moriscas especially evoking the development of Urdu in the said country. Third one named “Diyar e Shams” is a special to study about Turkish philosophers. Fourth travelogue in written in Arabic language under the title of “Fi Hub Misr” and about the history of Egypt. Fifth travelogues names as “Socrat ka Dais” which carries the narrative about Plato and Socrates. Sixth travelogue under the title of “Misr: Khawab aur Tabeer” describes the life of Egypt. Dr. Zahid Munir's writing style is quite impressive having a blend of Arabic and Persian languages. The poetic sensation and expression intermingled with realism make his travelogues more appealing. The currents paper is limited to discuss the stylistics in his travelogues.

Keywords:

Zahid Munir Amir, Travelogue, Syria, Lebanon, Socrates.

سفر کو جہاں حرکت کا استعارہ مانا جاتا ہے وہیں اسے زندگی کا دوسرا نام بھی دیا جاتا ہے۔ کائنات کی تخلیق سے یعنی تخلیق آدم سے ہی سفر کا آغاز ہو جاتا ہے۔ کرہ ارض پر انسان کسی نہ کسی شکل میں سفر کرتا دکھائی دیتا ہے خواہ وہ سفر جسمانی ہو یا پھر روحانی۔ سفر مختلف تہذیبوں کے بارے میں علم حاصل کرنے کا اہم ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں بھی کئی مقامات پر سفر اختیار کرنے کا حکم فرمایا گیا ہے۔ اس حوالے سے سورۃ الانعام کی آیت پیش ہے:

"قل سیر وافی الارض"

ترجمہ: کہہ دو کہ تم زمین میں چلو پھرو۔(۱)

'سفر' عربی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی "مسافت طے کرنا" کے ہیں۔ اردو زبان میں یہ لفظ عربی زبان سے آیا ہے اور انہی معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ 'نامہ' فارسی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں 'تحریر شدہ عبارت'۔ اصطلاح 'سفر نامہ' عربی اور فارسی کے ان الفاظ کا مرکب ہے۔ سفر نامہ خاصی قدیم صنف ہے اور ادبی تاریخ میں کئی ایسے سفر نامے ہیں جو کسی قوم کی تہذیب اور ثقافت کے حوالے سے اہم ہیں۔ سفر نامہ ایک بیانیہ صنف ادب ہے جس میں مسافر سفر کے دوران یا سفر کے اختتام پر کسی ملک یا شہر کے بارے میں اپنے خیالات، تجربات اور مشاہدات کو احاطۂ تحریر میں لاتا ہے۔ یہ ایک ایسی صنف ہے جس میں بہت سی علمی خوبیاں در آتی ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہ صنف "ام الاصناف" کہلاتی ہے۔ اس صنف کے حوالے سے مرزا حامد بیگ رقم طراز ہیں:

"سفر نامہ ہر (زبان کے) ادب کی ایک مستقل بیانیہ صنف ہے جس میں خارجی مشاہدے کو تخیل پر فوقیت حاصل ہے۔۔۔ یاد رہے کہ مستقل ادبی صنف ہونے کے ناطے سفر نامے کی پیش کش ادبی نوع کی ہو گی نہ کہ محض مسافر کا بیان۔۔۔(تب ہی) مسافر کا سفری احوال ادب کی ایک مستقل صنف سفر نامہ یا سیاحت نامہ کہلائے گی۔"(۲)

سفر نامہ میں ادبی نوعیت کی بات کی جائے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ سفر نامہ نگار کا حسن بیان اس تصنیف کو اسفار پر مبنی دیگر تصانیف سے ممیز کرتا ہے۔ حسن بیان کا علاقہ مصنف کے اسلوب سے ہے۔ اُسلوب کا لفظ عربی زبان سے مشتق ہے۔ یہ ادب میں ایک خاص اصطلاح کے طور پر مستعمل ہے جس سے مراد کسی لکھاری کا لکھنے کا انداز لیا جاتا ہے۔ انگریزی میں اسے Style کہتے ہیں۔ اسلوب کے آئینے میں ہم مصنف کا انداز تحریر، طرز بیان اور اس کی شخصیت واضح طور پر دیکھ سکتے ہیں۔ اُسلوب کے حوالے سے طارق سعید لکھتے ہیں:۔

"اسلوب سے مراد کسی ادیب، شاعر کا طریقہ ادائے مطلب، خیالات وجذبات کے اظہار و بیان کا وہ ڈھنگ ہے جو اس خاص صنف کی ادبی روایت میں مصنف کی اپنی انفرادیت کی شمولیت سے وجود میں آتا ہے اور چوں کہ مصنف کی انفرادیت کی تشکیل میں اس کا علم، کردار، تجربہ، مشاہدہ، افتادِ طبع، فلسفۂ حیات اور طرزِ فکر واحساس جیسے عوامل مل جل کر حصہ لیتے ہیں۔ اس لیے اسلوب کو مصنف کی شخصیت کا پرتو اور اس کی ذات کی کلید سمجھا جاتا ہے۔"(۳)

اس حوالے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اسلوب ایسا طریقہ یا ڈھنگ ہے جو واحد ایک ہستی سے اس طرح مخصوص ہے کہ پھر اس کی پہچان بن جاتا ہے۔ اسلوب دراصل مصنف کا وہ خاص انداز تحریر ہے جو اسے دوسرے ہم عصروں سے ممتاز کرتا ہے اور اس کی ایک الگ شناخت پیدا کرتا ہے۔ جب کسی تحریر میں مصنف کی ذاتی صفات نظر آنا شروع ہو جاتی ہیں، وہیں اس کا ڈھنگ اس کا اسلوب بن جاتا ہے۔ اس میں ذہنی اور قلبی کیفیات کا خارجی روپ بھی شامل ہوتا ہے جس سے مصنف کے باطن کی پوری تصویر سامنے آتی ہے۔ اُسلوب مصنف کی ذات اور فکر کی مکمل عکاسی کرتا ہے اور اس امتزاج کے تحت فکری انفراد واضح ہو جاتا ہے۔ یہی بات زاہد منیر عامر کے سفر ناموں کے حوالے سے بھی کہی جا سکتی ہے کہ جہاں ان کا اسلوب ان کی شخصیت و فکر کا ترجمان ہے۔ وہ اپنے سفر ناموں میں جہاں خارجی مشاہدات کو پیش کرتے ہیں تو اس کے ساتھ ہی وہ داخلی کیفیات وجذبات کو بھی احسن طریقے سے پیش کرتے ہیں۔ ڈاکٹر زاہد منیر کے سفر ناموں کی خاص بات یہ ہے کہ ان کا اسلوب اپنے اندر زبان، جغرافیہ اور حقائق کا ایک مخصوص رچاؤ رکھتا ہے۔ "مصر: خواب اور تعبیر" کے اسلوب کے حوالے سے ڈاکٹر ایس ایم زمان لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر زاہد منیر عامر بحر علم و تحقیق کے شناور بھی ہیں اور غواص بھی اور جمال و تعلیم و تدریس و ابلاغ کے شاہ سوار بھی، جہاں بھی ان کا رخ ہوتا ہے قاری کے لیے مصر جدید کے مظاہر کو اس کی قدیم تہذیب سے جوڑتے ہوئے، سر راہ عربی، فارسی ادب کے لیے جواہر ریزے

بھی بکھیرتے چلے جاتے ہیں۔ بلاشبہ اس پر لطف و دل آویز اور پر از معلومات کتاب کی اصل قدر و قیمت حسین و جمیل ادبی سلوب میں مصری ثقافت و معاشرت نظام تعلیم، مصری جامعات اور ثقافتی مراکز کے علمی تہذیبی اور ثقافتی مظاہر کی سچی اور فکر انگیز تصویر کشی ہے جو اسے ایک دلکش ادب پارے اور ایک پر از معلومات وقیع معاشرتی دستاویز کا منفرد مقام بخشتی ہے ،وسعت مطالعہ اور ہماری علمی ادبی میراث کے گہرے شعور کے ساتھ انتہاری غیر معمولی قوت استخصاد کے تابندہ نقوش جابجا جلوہ فگن نظر آتے ہیں"(۴)

ڈاکٹر زاہد منیر عامر جدید سفر نامہ نگاروں میں خاص مقام رکھتے ہیں۔ان کا بات کرنے کا انداز انتہائی سلیس اور رواں ہے۔ قاری ان کی تحریر پڑھتے ہوئے اکتاہٹ کا شکار نہیں ہوتا۔ وہ بات کو اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ قاری خود کو اسی ماحول کا ایک حصہ سمجھتا ہے۔ یہ امر مسلمہ ہے کہ الفاظ کا موقع محل کے مطابق استعمال کرنا عبارت کو پرکشش بنا دیتا ہے اور زاہد منیر عامر کے ہاں اس امر کا خاص اہتمام ملتا ہے۔ان کا اندازِ تحریر ایسا ہے کہ قاری خود کو سفر نامہ نگار کے ساتھ ہی موجود پاتا ہے۔ جب وہ یونان کے مفکرین اور بازاروں کا ذکر کرتے ہیں تو قاری کو یوں محسوس ہوتا ہے کہ وہ خود انہی بازاروں میں چہل قدمی کر رہا ہے، بازار گردی کی ایک مثال دیکھیے:

"یونان میں کتابوں کی قیمت زیادہ نہیں رکھی جاتی۔اس خاتون کا خیال تھا کہ ایک غیر ملکی حیثیت سے شاید کتاب کھول کر دیکھنے کی بجائے وہ اسے ۷۰۰ یورو ادا کرے گا۔جب میں نے کتاب کھولی تو وہ چونکی اور اپنی خفت چھپانے کے لیے کہنے لگی اصل میں یہ اس کتاب کی پرانی قیمت ہے، جبکہ یہ پرانی قیمت نہیں بلکہ بالکل نئی قیمت تھی۔"(۵)

اس حوالے سے ظاہر ہوتا ہے کہ سفر نامہ نگار نے کسی تاثر کو چھپانے کی شعوری کوشش نہیں کی بلکہ جیسا محسوس کیا ویسے ہی قاری تک ترسیل کر دی اور یہی انداز سفر نامے میں زندگی کے تحرک کی علامت ہے۔ زاہد منیر عامر کے ہاں کسی بھی واقعہ، جگہ یا شخصیت کو بیان کرنے کا انداز بالکل سادہ ہوتا ہے۔الفاظ کے چناؤ میں سہولت کے ساتھ مناسبت بھی ملتی ہے جس سے تحریر کا حسن بڑھ جاتا ہے۔اندازِ بیان اتنا بے ساختہ ہے کہ سفر نامے کے ماحول کے حوالے سے قاری کی اجنبیت بالکل ختم ہو جاتی ہے۔وہ روزمرہ کے واقعات کو روزمرہ ہی کے انداز میں پیش کرتے ہیں۔مثال کے طور پر جب وہ مصر کے سفر کے دوران ساحل سمندر پر جاتے ہیں تو منظر کا بیان پڑھ کر قاری خود کو ان کے ہمراہ محسوس کرتا ہے:

"یہ سمندر کنارے ایک دلکش مقام تھا۔ یہاں ہمیں ایک میوزیم میں داخل کیا گیا۔داخلے سے پہلے سلپ دیکھ کر اس کے مطابق ٹکٹ دیے گئے اور گلے میں ڈالنے کے لیے مسافر نمبر، کھڑکی پر موجود شخص کا رویہ خاصا کھردرا اور ترش تھا۔ بہر حال ہم میوزیم میں چلے گئے۔ یہاں مچھلیوں کی انواع واقسام کے ماڈل بنا کر رکھے تھے اور سمندری حیات کے مختلف مناظر دکھائے گئے۔"(۶)

زاہد منیر عامر اپنے مشاہدات کا نقشہ دلکش انداز میں کھینچتے ہیں جس کو پڑھنے کے بعد وہ تمام چیزیں مثلِ اصل قاری کے روبرو ہو جاتی ہیں۔ یہ ایک نقشہ مصر کے حوالے سے تھا،اس طرح جب وہ ماریشس میں موجود تھے تو وہاں بحر ہند کا ذکر کچھ اس طرح کرتے ہیں کہ تمام چیزیں بالکل واضح ہو جاتی ہیں۔ گویا محاکات خوب ہے کہ قاری پڑھنا شروع کرتا ہے اور جب تک مکمل نہیں کر لیتا،اسے اطمینان نہیں ملتا۔ یہی ایک کامیاب سفر نامہ نگار کی علامت ہے۔ ماریشس کے لیے جب وہ روانہ ہوتے ہیں تو اس کا ذکر کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"جہاز بحر ہند کے جنوب مشرق کے کنارے سے دو ہزار کلو میٹر ادھر واقع جزیرہ ماریشس کی طرف بڑھتا جا تا رہا تھا اور ہر سفر کی طرح یہ سفر بھی بالآخر تمام ہوا۔ جہاز سے نکل کر جادوئی راستے سے ایئرپورٹ پر جاتے ہوئے ایئرپورٹ کے نام کی پلیٹ دیکھی دو انگریزی سطروں میں نام لکھا ہوا تھا "سر شیو سا گر رام گلام انٹرنیشنل ایئرپورٹ"۔ بعد میں بہت سی جگہوں پر یہ نام دیکھے تو معلوم ہوا کہ یہ ماریشس کی جدوجہد آزادی کا ایک اہم کردار ہے۔ بعض مقامات پر ان کا مجسمہ بھی دیکھا۔"(۷)

متذکرہ بالا حوالے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سفر نامہ نگار نے کس قدر باریکی سے ماریشس کے مختلف مقامات پر لگی ہوئی تحریری تختیوں کو نہ صرف پڑھا بلکہ ان کے مطالب و مفاہیم تک بھی رسائی حاصل کی۔ ان کے مشاہدے میں اس قسم کی خاص چیزیں ہی نہیں بلکہ وہ عمومی ماحول کا بھی بخوبی مشاہدہ کرتے ہیں۔ مصر میں قیام کے دوران ان کا گزر وہاں موجود باغ سے ہوتا ہے تو اس کا ذکر ایسے کرتے ہیں گویا پرندے سفر کی کتاب میں چہچہا رہے ہوں، ملاحظہ کیجیے:

”یہاں کا مشہور باغ حدیقۃ الحریہ ہے۔۔۔وہاں پودے روشیں، پھولوں کی کثرت تو تھی ہی تو ساتھ خوش گلو پرندوں کی آواز سکوت کو توڑتی تھی۔“(۸)

یہاں فقط گل و بلبل کا ذکر ہی نہیں بلکہ ساتھ ہی باغ کا نام تحریر کر کے قاری کے جغرافیائی شعور میں بھی اضافہ کر دیا گیا ہے۔علاوہ معمول کے ماحول کے زاہد منیر عامر نے دیگر مذکورات کا بھی خصوصی اہتمام کیا ہے جن میں اشیائے خوردونوش کے علاقے کا مذکور خاصا اہم ہے۔ملک شام کے حوالے سے ریستوران کا ذکر دیکھیے جس کے طفیل پورا منظر واضح ہو جاتا ہے:

”ریستوران ساحل سمندر پر تھا لیکن اس کے کناروں اور شیشے کی دیواریں لگا کر سرکش موجوں کی دراندازی کا امکان ختم کر دیا گیا۔ہم نے اسی میں بیٹھنا قبول کیا، یہاں ریستوران کا داخل دھوئیں کے مرغولوں سے بھرا ہوا تھا، لیکن سائل کے ساتھ کا علاقہ اس مرکزی ہال کمرے سے الگ تھا،اور دھوئیں کے بادلوں سے مل کر عجیب سے محفوظ،دور دور تک سمندر کی حکمرانی رات کی تاریکی سے مل کر عجیب سماں پیدا کر رہی تھی،قریب ہی ایک جزیرہ روشنیوں سے جگمگا رہا تھا یہ بھی ایک ریستوران تھا۔“(۹)

صرف ماحول کی عمدہ عکاسی پر ہی موقوف نہیں بلکہ زاہد منیر عامر نے اپنے سفر ناموں میں کھانے پینے کی اشیا کا بھی مفصل ذکر کیا ہے جس کا مقصد اس ملک کے تہذیب و تمدن کو بیان کرنا ہے جس کا مذکور سفر نامے میں موجود ہوتا ہے،مثال دیکھیے:

"ایک بڑی مارکیٹ کے ہال میں بیٹھ کر لنچ کیا۔کھانے وہی جیسے ہمارے ہاں ہوتے ہیں ماحول بھی زیادہ مختلف نہیں بیرے مفقود اسٹیل کی ٹرے میں چھ خانے بنے ہوئے تھے درمیان کے خانے میں چاول اور سلاد اور اطراف کے خانوں میں مختلف دالیں چھوٹے خانے میں چٹنی ایک خانے میں شاید شوشو جو یہاں کی آلو سے ملتی جلتی سبزی ہے۔کنارے پر برفی کا ایک ٹکڑا اور روٹی تھی۔اس روز کا لنچ جوار د گرد رکھے میزوں پر بیٹھے مرد و زن اور چھوٹے بڑے سیاہ و سفید خاندان شوق سے لے رہے تھے۔"(۱۰)

زاہد منیر عامر اپنے سفر ناموں میں کسی ملک میں جدید صورت حال کا ہی جائزہ نہیں لیتے دکھائی بلکہ تاریخی حوالوں سے بھی متذکرہ ملک کے حالات تحریر کرتے ہیں۔وہ یونان پہنچتے ہیں تو وہاں کی عورتوں کے حوالے سے ذکر کرتے ہیں کہ ان عورتوں کو پہلے حقوق میسر نہ تھے لیکن اب ایک سماج کا رکن ہونے کی حیثیت سے ان کو بھی حقوق دیے گئے ہیں:

"بیسویں صدی تک یونانی عورت کو ووٹ کا حق حاصل نہیں تھا۔وہ کسی پبلک آفس کی سربراہی کے بھی قابل نہیں سمجھی جاتی تھی۔یہ حقوق اسے ۱۹۵۲ء میں ملے بلکہ تمام یونانیوں کی برابری کا حق بھی عملاً اس کے بعد ہی تسلیم کیا گیا۔یونانی عورت روایتی طور پر مشرق معاشروں کی طرح گھریلو امور انجام دینے کی ذمہ دار ہے۔بیرون خانہ فرائض اور فراہمی روزگار کا ذمہ دار مرد ہے۔"(۱۱)

اسی طرح وہ بتاتے ہیں کہ یونان کی عورتیں جہاں اپنے کام کو بطریق احسن سرانجام دیتی ہیں وہیں وہ اپنی زندگی کو اپنی مرضی سے گزارنے کے لیے اور شادی کے لیے خاوند کا انتخاب کرنے کا بھی حق رکھتی ہیں۔یونان میں طلاق کی شرح کچھ زیادہ بنتی ہے،اس لیے وہاں کی عورتیں غیر ملکیوں سے شادی کو ترجیح دیتی ہیں۔اس حوالے سے وہ لکھتے ہیں:

"اپر کلاس کی خواتین کو مسائل درپیش رہتے ہیں،یعنی شوہر اور بیوی کی شخصیتوں میں تصادم اور نتیجتاً طلاق کی کثرت۔اسی وجہ سے یہاں کی خواتین غیر ملکی مردوں سے شادیاں کرنا پسند کرتی ہیں اور یہی حال مردوں کا بھی ہے۔"(۱۲)

خارجی مظاہر و مشاہدات کے بیان کے ساتھ ساتھ زاہد منیر عامر کی خاص بات یہ ہے کہ وہ اپنے خیال کی بہتر ترویج کے لیے برمحل اشعار سے استفادہ کرتے ہیں۔ایسے میں اگر قاری کو شعر و شاعری کا شغف ہو تو اس کی چاندی ہو جاتی ہے۔اشعار کے چناؤ سے زاہد منیر عامر کی فارسی اور عربی سے زبان سے نسبت کا بھی خوب اظہار ہوتا ہے۔ایک کانفرنس کا احوال لکھتے ہوئے اقبال کے شعر کا حوالہ دیتے ہیں،ملاحظہ ہو:

تو نادانی عشق و مستی از کجاست

ایں شعاع آفتاب مصطفی است (۱۳)

علاوہ ازیں ان کے سفر ناموں میں قرآن پاک سے بھی متعدد حوالہ جات ملتے ہیں اور وہ ان کی پیشکش کے لیے بھی اکثر اقبال کے وہ اشعار درج کرتے ہیں جو موضوع سے مناسبت رکھتے ہوں نیز قاری کے لیے ان کی تسہیل کے عمل کو بھی مد نظر رکھا جاتا ہے۔ المختصر زاہد منیر عامر کے سفر ناموں کا اسلوب شگفتہ اور سلیس ہے۔ انہوں نے اپنے سفر ناموں میں آیاتِ قرآنی، فارسی اشعار اور عربی زبان کا بھی استعمال کیا ہے جو ان کے وسیع مطالعے کی دلیل ہے۔

~~~~~~~~

حوالہ جات

۱۔ قرآن مجید، سورۃ الانعام پارہ نمبر ۷، آیت نمبر ۱۱، رکوع: ۸

۲۔ قدسیہ قریشی، ڈاکٹر، اردو سفر نامے انیسویں صدی میں، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، دہلی، ۱۹۸۷ء، ص ۲۱

۳۔ طارق سعید، اسلوب اور اسلوبیات، لاہور: نگارشات، ۱۹۹۸ء، ص ۸۸۔۸۹

۴۔ زاہد منیر عامر، ڈاکٹر، مصر: خواب اور تعبیر، لاہور: قلم فاؤنڈیشن، ۲۰۲۳ء، فلیپ

۵۔ زاہد منیر عامر، ڈاکٹر، سقراط کا دیس، لاہور: قلم فاؤنڈیشن، ۲۰۲۱ء، ص ۲۸

۶۔ زاہد منیر عامر، ڈاکٹر، مصر: خواب اور تعبیر، لاہور: قلم فاؤنڈیشن، ۲۰۲۳ء، ص ۸۲۔۲۳

۷۔ زاہد منیر عامر، ڈاکٹر، جزیرے کا خواب، لاہور: قلم فاؤنڈیشن، ۲۰۱۳ء، ص ۲۳

۸۔ زاہد منیر عامر، ڈاکٹر، مصر: خواب اور تعبیر، لاہور: قلم فاؤنڈیشن، ۲۰۲۳ء، ص ۸۸

۹۔ زاہد منیر عامر، ڈاکٹر، شام کی صبح لبنان کی شام، لاہور: نشریات، ۲۰۰۹ء، ص ۸۳

۱۰۔ زاہد منیر عامر، ڈاکٹر، جزیرے کا خواب، مکتبہ قاسم العلوم، لاہور، ۲۰۱۳ء، ص ۹۴

۱۱۔ زاہد منیر عامر، ڈاکٹر، سقراط کا دیس، قلم فاؤنڈیشن انٹر نیشنل، لاہور، ۲۰۲۰ء، ص ۹۶

۱۲۔ زاہد منیر عامر، ڈاکٹر، سقراط کا دیس، قلم فاؤنڈیشن انٹر نیشنل، لاہور، ۲۰۲۰ء، ص ۱۹۱

۱۳۔ زاہد منیر عامر، ڈاکٹر، مصر: خواب اور تعبیر، لاہور: قلم فاؤنڈیشن، ۲۰۲۳ء، ص ۱۰۷
~~~~~~~~